بِسمِ

پیغام انٹر نیشنل

اگست 2019ء
ذوالقعدۃ/ذوالحجہ ۱۴۴۰

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان

حضرت محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وسلم) آخری نبی ہیں اور اُن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پُرانا

حضرت مرزا غلام احمدؒ مُدعی نبُوت نہیں مجدد صدچہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی تھی۔

مدیران

شاہد عزیز
مسز سمیرا احمد
ارشد علوی

فہرست مضامین

۱: کلامِ امام۔ ۲
۲: خطبہ مولانا محمد علیؒ۔ ۴

حضرت مسیح موعود کی ہدایات

- ہم مسلمان فرقہ احمدیہ ہیں۔ ہمارا تعلق کسی اور فرقہ سے نہیں!
- "مجھے چھوڑ کر تم کون سا اسلام (تبلیغ کے لئے) پیش کروگے!"
- کلمہ گو کو کافر کہنے والے کے پیچھے نماز کسی حالت میں جائز نہیں۔
- احمدی کے لئے لازمی ہے کہ ہر ماہ چندہ دے۔ جو شخص تین ماہ تک چندہ نہیں دیتا وہ جماعت سے خارج ہے۔
- ہر احمدی کے لئے اپنی وصیت میں جماعت کے لئے ایک حصہ چھوڑنا لازمی ہے۔

عالمگیر (ذیلی مرکز)

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام
پتہ برائے خط وکتابت
15 Stanley Ave, Wembley, UK HA0 4JQ
www.virtualmosque.co.uk

نشریات

وقت بمطابق برطانوی ٹائم

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

اعلان

جلد ہی جماعت کی ریڈیو نشریات پرئمیر اسلامک ریڈیو سے نشر کی جائیں گی۔
www.virtualmosque.co.uk پر دیگر نشریات

پروگرام واوقات

جمعہ-انگریزی		13:00
درس-بعد از جمعہ انگریزی		13:30
ماہانہ اجلاس-انگریزی-	ہر ماہ پہلی اتوار	15:00
عیدین-انگریزی		11:00

پنجاب ریڈیو

عیدین-پنجابی	13:00	سکائی چینل نمبر 130

سکائپ

تقاریر اور تبادلہ خیالات-	ہر اتوار	09:00

سکائپ آئی ڈی
Lahori-Ahmadi

وقت تھا، وقتِ مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا۔

کلامِ امام

از حضرت مرزا غلام احمدؒ

مُرتّب: ارشد علوی

غیر احمدی مسلمان کا جنازہ

"ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔" (تریاق القلوب۔ ص ۳۰۱)

اور اس کے نیچے مزید تشریح کے لیے یہ حاشیہ دیا ہے۔

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوےٰ کا انکار کرنے والے کو کافر کہنا، یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ جناب الٰہی میں کیسی ہی اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعتِ مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔"

"سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا۔ اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہمیں بُرا کہتا تھا اور بُرا سمجھتا تھا تو اس کا جنازہ نہ پڑھو۔ اور اگر خاموش تھا۔ اور درمیانی حالت میں تھا۔ تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے ہو۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ متوفی اگر مکفر اور مکذب نہ ہو تو اس کا جنازہ پڑھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ علام الغیوب خُدا کی ہی ذات ہے۔" (فتویٰ۔ ۱۸، اپریل ۱۹۰۲ء)

حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ الرحمۃ کے ارشاد سے میاں غلام قادر صاحب ساکن گجرات کو مفتی محمد صادق صاحب نے یہ خط لکھا:

"میاں غلام قادر صاحب السلام علیکم! (۱) حضرت آپ کے واسطے دُعا کرتے ہیں۔ (۲) بغیر اذنِ الٰہی کوئی نظر نہیں لگ سکتی۔ (۳) ذم کرنا جائز

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ:- "اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُسے بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں"۔ "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔"

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسوخ نہیں، نہ قیامت تک منسوخ ہو گا۔

۴. بُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلسنت کے مُسلّمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: "اور اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفیکیٹ نہیں چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

ہے۔(۴) جو مخالف بُرا نہ بولتا ہو اس کا جنازہ جائز ہے مگر امام بہر حال احمدی ہو، خواہ وہ چاہیں تو الگ پڑھ لیں۔(۵) بے نماز کا جنازہ جائز ہے مگر بد بولنے والا اور کفر کے کلمات بولنے والا نہ ہو۔(۶) میّت کے بعد بیٹھنا طریق سُنّت نہیں بِدعت ہے۔ اور حضرت کو اتنی فرصت نہیں کہ ہر خط کا جواب خود لکھیں۔ دوسرے کو فرمادیتے ہیں کہ یہ بات لکھو۔ (دستخط محمد صادق۔ تحریر بتاریخ ۲۱ مئی ۱۹۰۷ء)

۱۹۰۸ء میں موضع بھڈیار ضلع امر تسر کے احمدیوں اور دوسرے مسلمانوں میں ایک معاہدہ باہم ہوا۔ جس میں احمدیوں کی طرف سے بالصراحت یہ شرط بھی تھی: "ہاں معمولی رنگ میں رہنے والے بے شر غیر احمدی رشتہ دار کا جنازہ پڑھ لیں گے۔" تو اس پر حضرت صاحب نے ذیل کے الفاظ اپنے قلم سے لکھے: "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ جو کچھ لکھا بہت خوب اور مبارک ہے۔" (اخبار۔ بدر۔ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۰۹ء)

"اگر میت مجوب الاحوال ہو۔ اور جہری دشمن نہ ہو۔ اس نے کبھی اعلانیہ تکفیر یا تکذیب نہ کی ہو تو کچھ ڈر نہیں، اس کا جنازہ اگر پڑھ لیا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک منافق کا جنازہ پڑھا ہے۔ مگر وہ آپ ہی کے لشکر میں ملا جُلا تھا۔ جہری مکذب نہ تھا۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اسوہ اسی حد تک ہے۔ جب تک کچھ تصدیق کی بُو ہو۔ جہری مکذب نہ ہو۔ ورنہ یہ کہیں ثابت نہیں کہ ابو جہل کا جنازہ آپ نے پڑھا ہو یا ابو طالب کا ہی پڑھا ہو۔" (اخبار الحکم قادیان۔ ۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء)

"اس وقت تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جو بغض وحسد میں جلے ہوئے ہیں اور ضد اور تعصب سے مخالفت پر آمادہ ہیں۔ اُن کی تعداد تو بہت ہی کم ہے۔ دوسرے وہ جو اس طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کی تعداد ترقی پر ہے۔ تیسرے وہ جو خاموش ہیں۔ نہ ادھر ہیں نہ اُدھر۔ ان کی تعداد کثیر ہے۔ وہ ملاؤں کے زیر اثر نہیں ہیں۔ اور نہ انکے ساتھ مل کر سب و شتم کرتے ہیں۔ اسلئے وہ ہمارے مد میں ہیں۔"

(اخبار الحکم قادیان۔ ۷ فروری ۱۹۰۴ء)

مشہور احمدی بزرگ میر عابد علی صاحب بدوملہوی کی شہادت جو انہوں نے اُس وقت ادا کی جب وہ خلیفہ قادیان میاں بشیر الدین محمود احمد کے پکے مرید تھے۔

"احقر کو اس پیارے مولانا کریم نے۔۔۔ بیعت سے مشرف کیا تو حضرت والدہ صاحبہ مکرمہ سخت ناراض ہو گئیں اور رہیں۔ پھر ان کے مرض الموت کے آخری ایام میں قریباً دو اڑھائی مہینے احقر حاضر رہا۔ احقر حضرت صاحب کی عالی خدمت میں اکثر روزانہ عریضہ ارسال کیا کرتا تھا۔ ان ایام میں بھی کبھی روزانہ اور کبھی ایک دو روز فاصلہ سے عرض کرتا رہا۔ جن کے مضمون کا اکثریہ حصہ ہوتا تھا کہ اللہ کے حضور دُعا فرمادیں کہ خدا تعالیٰ حضرت والدہ مکرمہ کو حضور کی شناخت اور غلامی کا شرف بخشے۔۔۔ آخر اسی حالت میں حضرت والدہ صاحبہ نے اس دُنیا سے انتقال کیا تو عاجز نے حضرت مسیح موعود کے عالی حضور میں بذریعہ عریضہ عرض کی کہ حضرت والدہ مکرمہ کا انتقال ہو گیا ہے۔۔۔ اگر حضور رحمت الٰہی مجسم پسند اور قبول فرماویں تو حضرت والدہ مکرمہ مرحومہ کے حق میں دُعا فرمائیں۔ اور نماز جنازہ خود پڑھائیں۔ اس کے جواب میں حضرت صاحب فداہُ اُمّی کی طرف سے مخدومی مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم کے قلم کا لکھا ہوا رحمت نامہ شرف صدور لایا۔ جس میں حضرت والدہ صاحبہ مکرمہ کے انتقال پر اظہار افسوس کے بعد دُعا اور تسکین تھی اور آخر میں یہ تحریر تھا کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن آپ کی والدہ صاحبہ کا جنازہ پڑھیں گے۔"
(ردّ تکفیر اہل قبلہ۔ از مولانا محمد علی۔ ص ۶۵)

"عسل مصفٰے" کے مشہور عالم فاضل مصنف حضرت مرزا خدا بخش صاحب مرحوم کا حلفیہ بیان ہے:

"میں اس خدائے لایزال کی ذات کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ حضرت مسیح موعود نے خاکسار کی والدہ کا جنازہ پڑھا تھا اور میری والدہ صاحبہ نے بیعت نہیں کی تھی۔ وہمیشہ ان کو ولی بزرگ مانتی تھیں۔ مگر مسیح موعود کے دعویٰ کو تسلیم نہیں کرتی تھیں۔ خاکسار قادیان میں تھا۔ جبکہ حضرت مخدومہ مکرمہ جناب والدہ ام کی علالت کا خط مجھے ملا اور خاکسار نے بحضور حضرت مسیح موعود ومہدی موعود اس معاملہ کو پیش کر کے اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دی کہ ضرور جا کر والدہ صاحبہ کی خدمت کرو۔ چنانچہ میں مع قبائل روانہ ہو کر وطن چلا گیا۔ غالباً وہاں جانے کے بعد ایک ماہ یا کسی قدر کم وبیش عرصہ میں انکا انتقال ہو گیا۔ خاکسار نے بذریعہ خط حضرت مسیح موعود کو ان کی وفات کی خبر دی اور جنازہ کے لئے عرض کیا گیا۔ اور حضرت اقدس کا نوازشنامہ مشتمل بر تعزیت، وہاں جھنگ میں میرے نام آیا تھا۔ اور لکھا تھا کہ جنازہ جمعہ کے روز پڑھا جائے گا۔ غالباً وہ خط کہیں نہ کہیں موجود ہو گا تلاش پر مل گیا تو وہ بھی پیشکروں گا۔ حضرت والدہ ماجدہ ام کی وفات ۱۹۰۱ء کے آخری دنوں یا شروع ۱۹۰۲ء میں ہوئی تھی۔ اور جناب ماموں صاحب مرحوم محمد سلیمان کا جنازہ حضرت اقدس نے میرے التماس پر قادیان میں مسجد مبارک میں پڑھا تھا۔ میں نے جنازہ سے پہلے یہ بھی صریح عرض کر دیا تھا کہ آپ کو مرحوم اعلیٰ درجہ کا ولی بلکہ غوث وقطب مانتے تھے۔

مگر دعوٰے مسیح موعود باوجود میرے بار بار سمجھانے کے ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اور اسی واسطے انہوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ مگر حضرت اقدس نے یہ سن کر مولوی عبدالکریم کو پیچھے ہٹا کر خو امام بن کر میرے ماموں صاحب کا جنازہ پڑھا تھا۔ یہ واقعہ غالباً ۱۹۰۴ء کے اوائل کا ہے۔ یعنی ان کا انتقال میری والدہ صاحبہ کے ڈیڑھ سال بعد ہوا تھا۔ یہ واقعات ہیں جو میں بلاکم وکاست راست راست لکھ دئے ہیں۔ مزید برآں میں خدا کو حاضر وناظر کر کے لکھتا ہوں کہ میرے سامنے نہ صرف ایک بار بلکہ بارہا حضرت مسیح موعود نے لوگوں کے استفسار پر ایسے لوگوں کے جنازہ پڑھنے کی اجازت دی ہے جو مخالفت نہیں کرتے یا خاموش ہیں یا اچھا کہتے ہیں۔ مگر بیعت سے انکاری رہے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جماعت کا اس پر عمل درآمد رہا ہے۔ ہاں یہ ضرور فرماتے تھے کہ امام جنازہ اپنی ہی جماعت کا آدمی ہو۔ ورنہ الگ جنازہ پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود کے حکم کے مطابق میرا آج تک یہی عمل رہا ہے۔ واللہ علیٰ ما اقول شہید۔ والسلام (عاجز خدا بخش حکیم لنگے منڈھی لاہور) (ردّ تکفیر اہل قبلہ۔ ص ۷۵ تا ۸۵)

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ بمطابق ۲۸ اپریل ۱۹۳۱ء

عید الاضحی ہمیں کیا سبق دیتی ہے!

خطبہ عید الاضحیٰ

حضرت مولانا محمد علیؒ

تشہد، تعوذ اور تسمیہ کے بعد حضرت مولیناؒ نے ذیل کی قرآنی **آیات تلاوت کیں**۔ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ۔ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔ اِذْقَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَاتَعْبُدُوْنَ۔ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ۔ فَمَاظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ۔ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ۔ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ۔ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَاتَاْكُلُوْنَ۔ مَالَكُمْ لَاتَنْطِقُوْنَ۔ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ۔ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ۔ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَاتَنْحِتُوْنَ۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَاتَعْمَلُوْنَ۔ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ۔ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ۔ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۔ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ۔ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ۔ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ۔ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ۔ **(۸۳:۳۷-۱۱۳)**

ترجمہ: ”اور ابراھیمؑ بھی اسی کے گروہ میں سے تھا۔ جب وہ بے عیب دل کے ساتھ اپنے رب کے پاس آیا۔ جب اس نے اپنے بزرگ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیا ہے جس کی تم پوجا کرتے ہو۔ کیا تم اللہ کے سوائے جھوٹے بنائے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو۔ تو تمہارا خیال جہانوں کے رب کے متعلق کیا ہے؟ تب اس نے ستاروں کو ایک نظر دیکھا۔ اور کہا میں تو بیمار ہوں۔ پھر وہ پیٹھ پھیرتے ہوئے اس سے پھر گئے۔ سو وہ ان کے معبودوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کیا تم کھاتے نہیں۔ تمہیں کیا ہوا تم بولتے نہیں۔ پھر انہیں زور سے مارنے کی طرف متوجہ ہوا۔ تب وہ دوڑتے ہوئے اس کی طرف آئے۔ اس نے کہا کیا تم اس کی عبادت کرتے ہو جسے (خود) تراشتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور جو تم بناتے ہو۔ انہوں نے کہا اس کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اسے شعلے مارتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ سو انہوں نے اس کے ساتھ ایک چال چلنی چاہی پر ہم نے انہی کو نیچا دکھایا۔ اور اس نے کہا میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں وہ مجھے رستہ دکھائے گا۔ میرے رب مجھے (اولاد) عطا فرما (جو) نیکو کاروں میں سے (ہو) سو ہم نے اسے ایک بردبار لڑکے کی خوش خبری دی۔ سو جب وہ اس کے ساتھ کام کاج (کی عمر) کو پہنچا اس نے کہا اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں تو دیکھ تیری کیا رائے ہے، اس نے کہا اے میرے باپ جو کچھ تجھے حکم دیا جاتا ہے، کر، تو مجھے اگر اللہ چاہے صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ سو جب دونوں نے حکم مانا اور اسے ماتھے کے بل لٹایا۔ اور ہم نے اُسے پکارا کہ اے ابراھیمؑ! تو نے خواب سچ کر دکھایا، اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ بیشک یہ ایک کھلا امتحان تھا۔ اور ہم نے ایک بھاری قربانی اس کا فدیہ دیا۔ اور ہم نے پچھلے لوگوں میں اس کا (ذکرِ خیر) باقی رکھا۔ ابراھیمؑ پر سلام ہو۔ اسی طرح ہم نیکی کرنے والے کو بدلہ دیتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ اور ہم نے اسے اسحاقؑ کی خوشخبری دی ایک نبی (کی) جو نیکو کاروں میں سے تھا اور ہم نے اُسے اور اسحاقؑ کو برکت دی اور ان دونوں کی نسل سے نیکی کرنے والے بھی ہیں اور اپنے نفس پر کھلا ظلم کرنے والے (بھی)“۔

اور پھر آپؐ نے فرمایا کہ ہر سال اس اجتماع عید کے موقعہ پر یہ ایک کہانی یا تاریخی واقعہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس قصہ کا اصل حصہ، جو

ان آیات میں مذکور ہے، وہ صرف اس قدر ہے، کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک دعا کی۔ ان کے ہاں بڑی عمر تک کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے خدا کے حضور دعا کی۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ اے میرے رب مجھے اچھے کام کرنے والی یا صالح اولاد عطا فرما۔ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ۔ ہم نے اس کو ایک بردبار یا حلیم بیٹے کی خوشخبری دی۔ اس کے بعد قرآن کریم نے اس حصہ کو چھوڑ دیا ہے کہ وہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ وہ جوان ہوا۔فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ۔ جب وہ جوان ہو گیا۔ یا کاروبار میں باپ کا ہاتھ بٹانے لگا۔ اس بھرپور جوانی کے دنوں میں ایک روز بوڑھے باپ نے اپنے اس زندگی کے سہارے سے کہا۔ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ۔ اے میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے۔ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔ میں نے تو یہ نظارہ خواب میں دیکھا ہے۔ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى تو بھی ذرا غور کر لے۔ تیری کیا رائے ہے؟ یہ نوجوان، جس کے اندر جوانی کی امنگیں پیدا ہو چکی ہیں، باپ کے خواب کو سن کر کہتا ہے۔ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ اے پیارے باپ آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے کر گزریئے۔ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ آپ مجھے انشاء اللہ صبر کرنے والا پائیں گے۔ اس پر فَلَمَّآ اَسْلَمَا جب دونوں نے کامل فرمانبرداری کی، ایسے وقت میں جب باپ کے لئے اپنے بیٹے کی خاطر اپنی جان دے دینا زیاہ آسان تھا، اس سے کہ اس کے سامنے اس کا بیٹا قتل ہو۔ اور بیٹا، جو اپنے دل میں ایک شاندار مستقبل اپنی امیدوں اور تمنائوں کا رکھتا تھا، بوڑھے باپ کے ارشاد اور حکم پر جان دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ تو باپ نے اس کو پیشانی کے بل اپنے سامنے لٹا دیا۔ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ۔ تو ہم نے آواز دی اے ابراھیم! قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا تو نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا۔ خواب کا منشاء اسی قدر تھا۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔ ہم اسی طرح احسان کرنے والوں کو بدلا دیا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تم سے یہی چاہتا تھا۔ وہ موت نہیں چاہتا۔ بلکہ موت کے لئے تیاری چاہتا ہے۔ وہ تو صرف اتنی بات چاہتا ہے کہ اس کی راہ میں کوئی گردن کٹوانے کے لئے تیار ہو جائے۔ ان آیات میں تو اس واقعہ کا ذکر موجود ہے۔ لیکن دوسری جگہ انہی کے متعلق ایک اور واقعہ کا بیان ہے حضرت ابراھیم علیہ السلام نے ایک اور دعا ان الفاظ میں کی ہے۔ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ۔ (۳۸-۱۴:۳۷) اے میرے رب! میں نے اپنی اولاد کو بے آب و گیاہ وادی میں آباد کیا ہے۔ اپنی اولاد کو اس سنسان صحرا میں کیوں پھینک دیا؟ اس لئے کہ وہاں تیرا پاک گھر ہے۔ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اور عرض کیا۔ اے ہمارے رب! تاکہ وہ وہاں تیری عبادت کریں۔ تجھ سے تعلق پیدا کریں۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وہاں سے ایسی نیکی اور ہدایت دنیا میں پھیلے کہ لوگ خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے لئے ان کی طرف جھک آئیں۔ جب میں نے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے بین الاقوامی جلسے کے ہفتہ کے اجلاس کے مقررین

تیری رضا کی خاطر اس بے آب و گیاہ صحرا میں اپنی اولاد کو پھینک دیا ہے، اور اس نے تیری خاطر وہاں دکھ اور مصیبت کو برداشت کیا ہے، تو پھر تو بھی ان پر رجوع برحمت ہو کر لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف متوجہ کردے۔ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ ان کو پھل عطا فرمایا لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔ تاکہ وہ تیرے شکر گزار ہوں رَبَّنَآ اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ۔ اے ہمارے رب! جو ہم مخفی نیت اور ارادے رکھتے ہیں، تو ان کو جانتا ہے۔ اور جو ہم عمل کرتے ہیں ان کو بھی تو جانتا ہے۔ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ اللہ پر تو آسمان اور زمین کی کوئی بات بھی پوشیدہ نہیں۔

حضرت ابراھیم اور حضرت اسمٰعیلؑ کے متعلق یہ دو واقعات ہیں۔ جن کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے۔ ایک تو خواب کا واقعہ ہے۔ اور دوسرا یہ واقعہ ہے۔ جس میں اپنی اولاد کو ایک سنسان بیابان میں خدا کے لئے چھوڑ دینے کا ذکر ہے۔ ایک جگہ حضرت ابراھیم اپنے بیٹے کو اگر ذبح کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اور بیٹا بھی اس پر اپنی فرماں برداری کا پورا حق ادا کرکے ان کے سامنے اپنی گردن رکھ دیتا ہے، تو دوسری جگہ وہ اس کو ایک خوفناک صحرا میں چھوڑ کر موت کے منہ تک پہنچا دیتے ہیں۔ جہاں نہ کوئی آبادی ہے نہ کھانے پینے کے لئے کوئی چیز ہے۔ وہاں چھوڑنے میں صرف ایک غرض ان کے دل میں ہے کہ خدا کا پاک گھر یا اللہ تعالیٰ کی عبادت کا پہلا گھر وہاں ہے۔ گویا خدا کے سوا کوئی چیز وہاں موجود نہیں۔ وہاں وہ اپنے پیارے بیٹے کو پھینک دیتے ہیں۔

ذرا غور کرو کہ یہ ذبح کرنے کے برابر ہے یا نہیں؟! پھر اس واقعہ کو حدیث کے ان الفاظ کے ساتھ ملا کر دیکھو، جب حضرت ابراھیم علیہ السلام حضرت ھاجرہؓ، ایک بیکس اور کمزور عورت کو، حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ اس بے آب و زرع وادی میں چھوڑ کر خود واپس ہوتے ہیں، تو حضرت ھاجرہؓ ان سے پوچھتی ہیں کہ کیا آپ خدا کے حکم سے ہمیں یہاں بیابان میں چھوڑ کر جاتے ہیں؟ حضرت ابراھیم نے فرمایا۔ ہاں۔ تو اس پر اس ایمان کی انتہاء اور صبر کی غایت عورت نے کہا اگر ایسا ہے تو پھر کیا مضائقہ ہے! آپ جایئے۔ وہی خدا ہمارا یہاں حافظ و ناصر ہو گا! اگر وہاں حضرت اسمٰعیل ذبح ہونے کے لئے چھری کے آگے اپنی گردن رکھ دیتے ہیں، تو یہاں گویا فی الواقع ان کو ذبح کر دیا گیا۔ یا موت کے منہ میں دے دیا گیا ہے۔ اور ذبح ہونے کا خواب یہاں حرفاً حرفاً پورا ہو گیا۔

مگر اس طرح حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کرنے کی غرض کیا تھی؟ نسلِ انسانی کا خدا کے ساتھ تعلق قائم کرنا۔ بیت الحرام کے پاس رکھنے میں یہی غرض تھی۔ اسی لئے دوسری جگہ اس پاک گھر کی تعمیر کا بھی ذکر ہے۔ کہ حضرت ابراھیم اور حضرت اسماعیلؑ دونوں مل کر اس گھر کو بناتے تھے۔ اور اس کی تعمیر کے ساتھ ہی دونوں باپ اور بیٹا مل کر دعائیں بھی کرتے جاتے تھے۔ اے خدا! تو ہماری محنت کو قبول فرما۔ اور یہاں ایک رسول بھیج کر ہدایت کے چشمے سے دنیا کو سیراب فرما۔ پس حضرت اسمٰعیلؑ کے ذبح کے نیچے اصل حقیقت یہی تھی کہ دنیا میں توحید کا ایک عظیم الشان مرکز قائم ہو۔ اس کے لئے حضرت ابراھیم نے اپنے بیٹے اسمٰعیلؑ کو ایک وادی بے آب و گیاہ میں رکھ کر ذبح کرنے کے خواب کو اس دوسرے رنگ میں بھی پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر قرآن کریم میں فرمایا اور اسے ہمیشہ کے لئے زندہ رکھا۔

اس سے بتانا یہ مقصد ہے کہ دنیا میں جو شخص کوئی بڑا کام کرتا ہے، اس کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ کی زندگی عطا کرتا ہے۔ ایسے لوگ کبھی مرتے نہیں۔ وہ اور ان کا کام حیات دوام حاصل کر لیتا ہے۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ پر اعلیٰ درجہ کے ایمان کا نمونہ دکھایا۔ اب یہ ابراھیم اپنے اس ایمانی نشان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے ہے۔ اور اس یادگار کو ایسے طور پر ایک قوم کے عمل میں رکھ دیا، جو آج تک قائم ہے۔ یادگاروں اور نشانوں کے قائم کرنے کی اصل غرض قوموں کے اندر انہی جذبات کو پیدا کرنا ہے، جو ان بزرگوں کے اندر موجود تھے، جن کی وہ یادگار ہیں۔

اس واقعہ کے بیان کرنے سے قرآن کریم کا منشاء بھی کوئی کہانی سنانا نہیں۔ اصل غرض مسلمانوں کے اندر وہی جذبہ اور ہمت پیدا کرنا ہے، جو حضرت ابراھیم اور حضرت اسمٰعیلؑ کے اندر موجود تھا۔ اس غرض کے لئے قومیں بڑے لوگوں کے مجسمے بنا دیتی ہیں۔ سوانح حیات لکھ دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے ایک مثالی صورت اس واقعہ کی رکھ دی ہے کہ ہمارے اندر وہی بلند جذبات پیدا ہوں۔ انسان فی الحقیقت جذبات ہی کی چیز ہے۔ وہی شخص بڑا ہے، جس کے جذبات بڑے ہیں۔ انسان کے بڑے یا چھوٹے ہونے کا معیار اس کے جذبات ہی ہیں۔

ہم ہندوستانی لاکھ اپنے آپ کو بڑا کہیں، لیکن جو نمونہ کمینہ جذبات اور پست فطرتی کا کانپور کے فسادات میں ظاہر ہوا ہے، وہ ہندوستان کو قوموں کی نگاہ میں نہایت ذلیل رنگ میں پیش کرنے والا ہے۔ قصے مشہور ہیں کہ معصوم بچوں پر درندوں کو بھی رحم آجاتا ہے۔ لیکن ان فسادات میں شیر خوار بچے، اور معصوم لڑکے اور لڑکیاں بھی ہندوستانی انسان نما درندوں کے ہاتھ سے نہ بچے۔ ایک بیکس عورت پر، جو مقابلہ پر ہاتھ نہیں اُٹھا سکتی، ایک انسان کو رحم آجاتا ہے۔ لیکن ان ننگ انسان ظالموں نے عورتوں کے بھی خون بہائے۔ گسی گاندھی کی تقریر، اس مہر کو جو ہندوستان نے اپنے

وحشیانہ پن پر لگادی ہے، دور نہیں کر سکتی۔

یہ خوب یاد رکھو کہ انسان اعلیٰ جذبات ہی سے بڑا بنتا ہے۔ پس تم لوگ اعلیٰ جذبات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ تو اللہ تعالیٰ ان پر اعلیٰ نتائج اور ثمرات پیدا کرنے سے کسی کو محروم نہیں رکھتا۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم میں ان اعلیٰ جذبات کی کمی ہے۔ اگر مسلمان باپ اور ان کے فرزند اپنے دلوں میں ان جذبات کو پیدا کریں، جو قوم کی حفاظت اور قومیت کے لئے ضروری ہیں، تو مسلمانوں کی پستی کی حالت بدل سکتی ہے۔

لیکن بدقسمتی سے مسلمان تنگ نظر ہیں۔ وہ یہ بھی جاننے کی کوشش نہیں کرتے کہ آج سے دو سال بعد انہیں کیا پیش آنے والا ہے! حضرت ابراھیم کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بلند مقام دیا ہے کہ آج ہم سب لوگ ان پر درود بھیجتے ہیں۔ اور یوں دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ! حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اسی طرح درود بھیج جس طرح تو نے حضرت ابراھیم اور ان کی آل پر درود بھیجا۔ انبیاءؑ میں حضرت ابراھیم کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ اور جو قبولیت آپؑ کو دنیا میں حاصل ہوئی ہے، وہ بہت ہی وسیع ہے۔ عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں تینوں قوموں کے نزدیک وہ واجب الاحترام ہیں۔ اور یہی وہ تین قومیں ہیں، جن کو اکٹھا کیا جائے تو دنیا کی ایک بہت بڑی اکثریت بن جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت بھی انسان کی بلند خیالی اور اعمال حسنہ کی وجہ سے ہی ملتی ہے۔

ہزاروں سال کے بعد آنے والے نتائج حضرت ابراھیم کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ وہ نسل انسانی کی بہتری کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ کہ ہزاروں سال بھی ان کی نگاہ میں کوئی روک نہیں۔ آپ ایک صحرا ریگ زار میں عبادت کا ایک مرکز قائم کرتے ہیں۔ اور اس کی آبادی کے لئے دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہزار ہا سال بعد اس کو کس قدر قبولیت بخشتا ہے! کہ اسی صحرا میں جہاں کھانے اور پینے کا کوئی سامان نہیں، لوگ لکھوکھا کی تعداد میں کس طرح دوڑے چلے آتے ہیں! اور پھر اس کا دائرہ عمل قیامت تک جاری وساری ہے۔ پہلے تمام کا تمام عرب اس کی طرف کھچا چلا آتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں آتا ہے وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا ؕ۔ (۲:۱۲۵) اسی ریگ زار اور بے آب وگیاہ وادی پر وہ وقت بھی آیا، جب ہم نے اس کو لوگوں کے لوٹ لوٹ کر آنے کی اور امن کی جگہ بنا دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ اس کی طرف لوگوں کی کشش صرف عرب تک ہی محدود نہ رہی، بلکہ اس کا اثر دنیا کے کناروں تک پھیل جاتا ہے۔ اور ایک ہی مرکز توحید تمام دنیا کے لئے قرار پا جاتا ہے۔

خدا کی توحید اور نسل انسانی کی مساوات دو ہی چیزیں ہیں، جو امن عالم کی بنیاد ہیں۔ انہی دو چیزوں کے لئے حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اس مرکز کو قائم کیا تھا۔ اور یہی دو چیزیں ہیں جن کا اعلان ہر سال دنیا میں صرف ایک مرکز سے ہوتا ہے۔ وہی توحید کا مرکز ہے اور خالص مساوات نسل انسانی اسی سے وابستہ ہے، جس نے قومیت اور نسل کی تمام امتیازی خصوصیات کو دور کر دیا ہے۔

نسل انسانی پر دو ہی وقت دنیا میں کامل مساوات کے آتے ہیں۔

ایک پیدا ہوتے وقت دوسرے مرتے وقت سب برابر ہوتے ہیں۔ ان دو کے علاوہ تیسرا ایک اور بھی موقع ہے، وہ حج ہے۔ جس میں انسان کے بنائے ہوئے امتیازات لباس، قطع، وضع اور زینت کے سامان مٹا دیئے جاتے ہیں۔ یہ کوئی چھوٹا سا کام نہیں، جو اسلام نے کیا ہے۔ تمام دنیا کے خداؤں اور معبودوں کو مٹا کر ایک کر دیا۔ اور نسل انسانی کے سارے امتیازات مٹا کر سب میں حقیقی مساوات پیدا کر دی۔ یہی دو چیزیں دنیا میں امن قائم کر سکتی ہیں۔ یعنی ایک توحید الٰہی اور تمام بتوں اور بت پرستیوں سے انسانوں کو پاک کرنا، دوسرا انسانوں میں کامل مساوات پیدا کرنا۔ اسی لئے دونوں جگہ، یعنی جہاں کعبہ کے ذکر میں اسے توحید کا مرکز قرار دیا ہے، وہاں بھی امن کا ذکر ہے اور جہاں اسے لوگوں کا مرجع قرار دیا ہے، وہاں بھی امن کا ذکر ہے وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰہِیۡمُ رَبِّ اجۡعَلۡ ہٰذَا الۡبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجۡنُبۡنِیۡ وَبَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ۔ (۱۴:۳۵) اور دوسری جگہ ہے وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا۔ (۲:۱۲۵) بہر حال اصل سوال یہ ہے کہ ہمارے سامنے یہ قصہ کیوں دہرایا جاتا ہے؟ الفاظ میں بھی اور مثال میں بھی۔ اس کی غرض یہ ہے کہ ہم بھی ابراھیم اور اسمٰعیل بنیں۔ گویا یہ دن ہر سال یہ آواز دیتا ہے کہ اگر کوئی بوڑھا ہے تو وہ ابراھیم بنے۔ اور اگر کوئی جوان ہے تو اسمٰعیل بنے۔ خدا کے لئے اور اسلام کے لئے۔ وہ اگر بیٹے کے ساتھ تعلقات محبت پر چھری رکھ دے، تو نوجوان بھی اپنی گردن کو اس کے سامنے جھکا دے۔ بلکہ نہایت دکھ اور مصیبت سے جلا وطنی کے لئے بھی تیار ہو جائے۔ اگر اس وقت دنیا میں بُت پرستی کا زور تھا تو آج بھی وہی کفر اور شرک موجود ہے۔ اس وقت ظاہری بت تھے۔ مگر اب دلوں کے اندر خواہشات کے خطرناک بت ہیں۔ ان بتوں کو توڑ کر وہ، جو توحید اور وحدت نسل انسانی کا کوئی مرکز قائم کر دیتا ہے، وہ ابراھیم اور اسمٰعیل کا رنگ حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت ابراھیم کے وجود میں نسل انسانی کی خدمت کا سبق ہے۔ جو ایک بہترین مقام ہے۔ بیٹے کا مقام کیا ہے؟! وہ کامل فرمانبرداری اور

اجلاس کا ایک منظر

ایثار کا مقام ہے۔ جب ان کے باپ نے کہافَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ (۳۷:۱۰۲) ذرا غور کر کے مجھے بتائو تمہاری کیا رائے ہے؟! گویا باپ اس کو مجبور نہیں کرتا۔ جہاں باپ کا یہ فرض ہے کہ وہ جوان بیٹے کی رائے کی قدر کرے، وہاں بیٹے کا بھی فرض ہے کہ وہ خدا کے حکم کے سامنے باپ کے کہنے پر اپنی گردن رکھ دے۔ باپ صرف خدا کے حکم کو بتا دے۔ اولاد غور کرے۔ سوچ لے وہاں تو صرف ایک خواب تھا، جس کی بنا پر باپ بیٹایوں قربانی اور ایثار پر تیار ہو گئے۔ تمہاری آنکھوں کے سامنے تو واقعات ہیں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ تمہاری قوم مرتی جا رہی ہے اور برباد ہو رہی ہے۔ صرف اس لئے کہ اس میں قوم کے مفاد کے لئے کام کرنے والوں کی بہت قلت ہے۔ قوم صرف اسی صورت میں بچ سکتی ہے، کہ اس میں بچانے والے پیدا ہوں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیلؑ کا مرتبہ تو بہت بڑا ہے۔ اور قوم میں اکثر اس کے پائے کے اہل نہیں۔ لیکن جب بہت سے آدمی مل کر ایک نیکی کی خدمت بجا لائیں تو بھی نیکی کا ایک نمایاں رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ تم میں سے ہر شخص حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نہیں بن سکتا۔ مگر تم سب کے مل کر کام کرنے سے وہی نتیجہ پیدا ہو سکتا ہے۔

چھوٹی عید کے موقع پر میں نے آپ سے ایک چھوٹا سا مطالبہ کیا تھا۔ وہ ہر ایک احمدی بوڑھے، جوان اور بچہ سے ایک ایک آنہ ماہوار کا مطالبہ تھا۔ جس کا ادا کرنا کسی شخص پر بھی بوجھ نہیں۔ مجھے علم ہے کہ اس مطالبہ کے پورا کرنے میں بعض نے بڑی بڑی قربانیاں دکھائی ہیں۔ ڈاکٹر نبی بخش صاحب اس وقت تک ایسی ۹ کاپیاں جمع کرا چکے ہیں۔ پروفیسر عبداللہ صاحب نے برلن سے لکھا ہے کہ انسان کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، شاید میں دس سال تک ایک آنہ کی ادائیگی کا عہد پورا نہ کر سکوں، اس لئے پیشتر سے ایک آنہ ماہوار کے حساب سے دس سال کے ساڑھے سات روپے ادا کر دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ ماہوار بھی ایک آنہ ادا کرتا رہوں گا۔ ایسا ہی عزم وارادہ اگر ساری قوم میں پیدا ہو جائے، تو خوب یاد رکھو، کہ اس سے قوم بن سکتی ہے۔ مختلف قومیں اور طاقتیں تمہارے خلاف کام کر رہی ہیں۔ زمانہ خود تمہارے خلاف چل رہا ہے۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِی خُسْرٍ۔ (۱۰۳:۱-۲) ہر کام نہ کرنے والے کے لئے زمانہ کی شہادت یہی ہے کہ وہ انسان گھاٹے میں ہے؟ اس کو تم کس طرح مفید بنا سکتے ہو؟ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ (۱۰۳:۳) اگر تم کام میں لگ جاؤ یا اس کو کام میں لے آؤ، تو تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس طرح سے وہ تمہارا دوست بن سکتا ہے

مسلمان سب سستی میں پڑے ہوئے ہیں۔ جو وقت ضائع ہو رہا ہے، اس کو وہ بچا نہیں سکتے۔ اس سستی کو آج ہی سے چھوڑ دیں۔ کوئی مسلمان نہیں جس کو ایک آنہ ماہوار دینا مشکل ہو۔ سکول کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی دے سکتے ہیں۔ اگر آج تم اس کے لئے ہمت دکھاؤ گے، تو تمہاری کوشش سے یہ قطرہ قطرہ مل کر بہت جلد ایک ایسا دریا بن جائے گا، جو ہمیشہ چلتا رہے گا۔ اس وقت بلاشبہ یہ ایک قطرہ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں، لیکن آئندہ اس کا فائدہ محسوس ہو گا۔

آج میں اس عید کے موقعہ پر ایک اور درخواست کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ میں تمہاری زندگی کا کچھ حصہ مانگتا ہوں۔ جو خالصتاً للہ ہو۔ ہر روز صرف پندرہ منٹ کا سوال ہے۔ جو تمہاری شبانہ روز زندگی کا صرف سواں حصہ بنتا ہے۔ یہ بھی کوئی بڑا مطالبہ نہیں۔ خوب یاد رکھیئے کہ یہ حقیر سا وقت ہے۔ مگر اس کو روزانہ جمع کیجئے۔ اور پھر لاکھوں انسان کے منٹوں کو جمع کیجئے، تو بہت بڑا کام اس میں ہو سکتا ہے۔ اس میں کسی قسم کی خدمت مخلوق خدا اور مسلمانوں کے فائدہ کا کام کیجئے۔ تو یہ بھی بہت بڑا موثر ذریعہ ہے۔ قوموں اور جماعتوں کے متحدہ کام میں اللہ تعالیٰ برکت دیتا ہے۔ اگر کوئی روزانہ پندرہ منٹ نہیں دے سکتا تو وہ ہفتہ میں دو گھنٹے اس کے دے دے۔ اور اگر کوئی ایسا ہی مصروف ہے تو وہ مہینہ میں ایک دن خدا کے لئے، خدا کے دین کے لئے اور اسلام کے لئے وقف کر دے۔ اس دن وہ مخلوق خدا کی خدمت کا کوئی کام کرے۔ یہ چھوٹی سی حرکت بھی قوم کو بہت فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ اشاعت اسلام کے سینکڑوں طریق ہیں۔ ہر شخص ہر رنگ میں اسلام کی خدمت کر سکتا ہے۔ عورتیں اور بچے سب اس تحریک میں حصہ لے سکتے ہیں۔ جن کی سمجھ میں کوئی کام خدمت اسلام نہ آئے وہ میرے پاس آ کر پوچھ سکتے ہیں۔

غرض حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیلؑ کا رنگ کم و بیش ہر شخص اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے۔ جو شخص اس نمونہ سے سبق نہیں لیتا، اسے اس قصہ کے ہر سال سن لینے سے کچھ فائدہ نہیں۔ پندرہ منٹ روزانہ یا ہفتہ میں دو گھنٹے یا مہینہ میں صرف ایک دن خدا کے کسی کام کے لئے وقف کر دے۔ یہی اصل کام ہے۔ وقت کی یہ قربانی مسلمانوں کے لئے کامیابی کے رستے کھول دے گی۔ اس وقت مخلوق خدا کی بہتری کا کوئی کام کرنا مسلمانوں کو دنیا میں بھی معزز بنا دے گا۔